

انوکھا سخی



اشفاق احمد خاں

سلسلہ دورِ نبوت کے بچے 8

انوکھا سخی

سعيد بن عاصؓ



دارالسلام
کتاب و سنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ
ریاض • جدہ • شارجہ • لاہور • کراچی
اسلام آباد • لندن • ہیوسٹن • نیویارک



حجاز کی سرزمین عجب تماشا دیکھ رہی تھی۔ اُس نے قبیلوں کو آپس میں لڑتے دیکھا تھا، خاندانوں کو جھگڑتے دیکھا تھا، برادری کے نام پر نفرت کے کھیل دیکھے تھے، لیکن یہ کیسی ہوا چلی تھی کہ باپ بیٹے کا دشمن ہو گیا تھا ماں، اپنے ہی سگے بیٹے کو زنداں میں بند کر رہی تھی، بھائی، بھائی کی جان کے درپے تھا۔ یوں لگتا تھا کسی نے اُن کے دلوں کا رُخ پھیر دیا ہے۔

واقعی جس دن سے محمد ﷺ نے اہل حجاز کو سچائی کے راستے پر چلنے کی دعوت دی تھی، اپنے نبی ہونے کا اعلان کیا تھا، اُسی دن سے کفار کے دلوں میں رشتوں کی محبت، نفرت کی آگ میں بدلنے لگی تھی۔ جن لوگوں کو ہدایت کا نور نصیب ہوا، وہ اپنی خوش قسمتی پر ناز کر رہے تھے، اور ہدایت سے محروم لوگ ان کی بد قسمتی پر ماتم کر رہے تھے۔ اپنے آبائی دین سے پھرنے والوں کو بہلا پھسلا کر، لالچ دے کر، اور کہیں کہیں مار پیٹ سے کام لے کر



محمد ﷺ کا ساتھ چھوڑنے پر آمادہ کرنے کی کوششیں ہو رہی تھیں۔ لیکن ان کی تمام کوششیں نا کام ثابت ہوئی تھیں۔

عداوت اور نفرت کا یہ کھیل دن بدن تیز ہوتا جا رہا تھا۔ حجاز کی فضا دشمنی کے زہر سے آلودہ ہو چکی تھی۔ محمد ﷺ کے ساتھیوں پر حجاز کی سرزمین تنگ ہوتی جا رہی تھی۔ ان کا معاشرتی بائیکاٹ کیا جا رہا تھا۔ انھیں طرح طرح سے اذیتیں دی جا رہی تھیں۔ نفرت اور عداوت کی آگ میں جلنے والوں میں ایک عاص بن اُحیحہ بھی تھا۔ اُسے محمد ﷺ کے پیروکاروں کے خلاف سازش کرنے کا جو موقع بھی ملا، اُس نے اُس سے بھرپور فائدہ اُٹھایا۔ تکلیف پہنچانے کا جو راستہ بھی نظر آیا، آنکھیں بند کر کے اُس راستے پر چلا۔ دشمنی کے راستے میں عاص بن اُحیحہ اور اس کے دوسرے ہم سفر کی طرف سے تکالیف جب انتہا کو چھونے لگیں تو محمد ﷺ کے ساتھی سرزمین



حجاز کو چھوڑنے پر مجبور ہو گئے۔ ان کی منزل یثرب (مدینہ) تھی۔ خیال تھا کہ وہاں پہنچ کر وہ آزادی کے ساتھ ہدایت کی روشنی پھیلا سکیں گے، لیکن یہ سکون اور اطمینان عارضی ثابت ہوا۔ محمد ﷺ کے پیروکار مخالفت کے جس طوفان کو پیچھے چھوڑ آئے تھے، وہ بدستور ان کے تعاقب میں تھا۔ یہ طوفان اپنے دامن میں ایک معرکہ سمیٹے چلا آ رہا تھا۔ بالآخر بدر کے میدان میں محمد عربی ﷺ کے پیروکاروں کا اُن سے سامنا ہو گیا۔

عرب کے سب سے اہم قبیلے قریش کے بڑے بڑے سردار طاقت کے نشے میں میدان جنگ سجانے کے لیے پہنچے ہوئے تھے۔ نفرت کی آگ ان کے دلوں کو جھلسا رہی تھی۔ ان ہی میں عاص بن اجمہ بھی شامل تھا۔ وہ اپنے دل میں فتح کی امید لیے آیا تھا۔ اُسے پورا یقین تھا کہ جیت ان کا مقدر ہوگی۔ ان کا لشکر اسلحہ اور ساز و سامان سے لیس تھا۔ ہر جوان کی پیٹھ



تلے گھوڑا یا اونٹ تھا۔ وہ تعداد میں بھی زیادہ تھے، پھر کون تھا جو ان کی جیت کو ہار میں بدلتا۔ کیا محمد ﷺ کے پیروکار جن کے پاس لڑنے کے لیے اسلحہ تک نہ تھا، چند تلواروں کے زور پر وہ کر بھی کیا سکتے تھے، ان کے پاس سواری کے لیے گنتی کے چند ہی گھوڑے تھے۔ عاص بن اجمہ تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ بے ساز و سامان، گنتی کے چند لوگ انھیں کوئی نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ لیکن وہ اس حقیقت سے نا آشنا تھا کہ محمد ﷺ کے جاں نثار، سچائی اور حق کے لیے لڑ رہے ہیں، جبکہ وہ اور اس کے حواری جھوٹ اور باطل کی فتح کے لیے آئے ہیں۔ خود وہ اپنے اندر بھڑکتی ہوئی نفرت اور دشمنی کی آگ کو ان کے لہو سے بجھانے آیا تھا۔ لیکن بُری تدبیر، اپنے کرنے والے ہی کو ہلاک کرتی ہے۔ ان کی چال ہی ان کی ہلاکت کا ذریعہ بن جاتی ہے۔

عاص بن اجمہ میدان میں آیا تو اس کا سرفخر اور غرور سے تنا ہوا



تھا۔ وہ اپنے سامنے کھڑے مختصر لشکر کو حقیر نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ اُسے اپنے مقابلے اور ٹکر کا کوئی آدمی نظر نہیں آ رہا تھا، لیکن اس نادان کی غلط فہمی جلد ہی دور ہو گئی۔ اُس کے مقابل وہ شہسوار آیا جس کی ضرب کبھی خطا نہیں گئی۔ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، بڑی شان کے ساتھ اُس کے مقابلے پر آئے۔ غرور کا پیکر، عاص بن اجمہ ان کی شجاعت کا ذرا بھی زور سہہ نہ سکا اُس کے اندر دشمنی کی بھڑکتی ہوئی آگ، اپنے ہی خون سے بجھ گئی اور لمحوں ہی میں وہ موت کو گلے لگا چکا تھا۔

یہ تھی محمد مصطفیٰ ﷺ کے جاں نثار صحابہ اور کفار مکہ کے درمیان معرکہ کی ایک جھلک۔ بڑے بڑے سردارانِ قریش، اس جنگ میں اپنے غرور سمیت ہلاک ہو گئے۔ مسلمان فتح سے ہم کنار ہوئے۔ دوسرے سرداروں کی طرح عاص بن اجمہ بھی جہنم واصل ہوا، لیکن عاص بن اجمہ کی



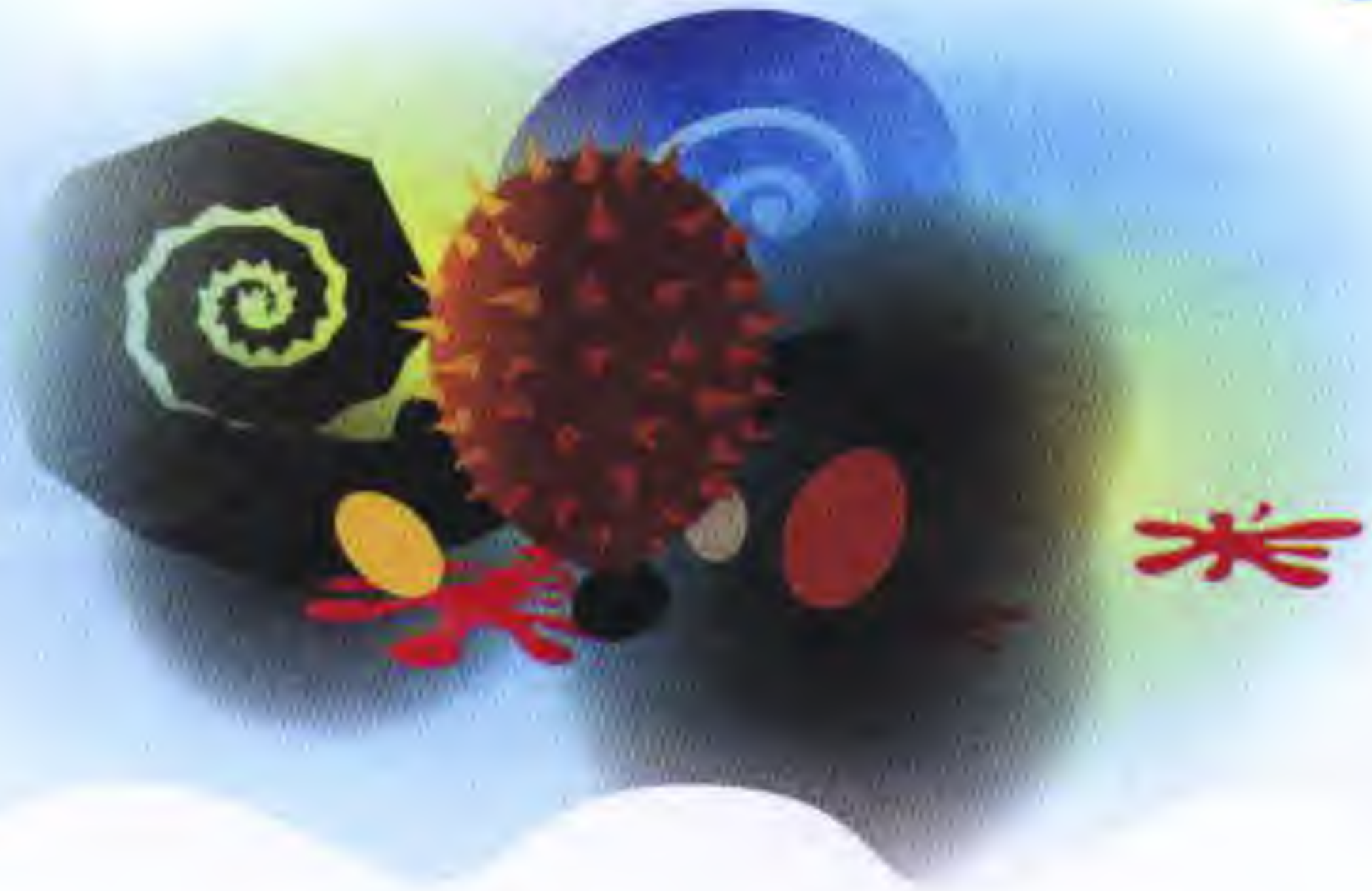
کہانی یہاں ختم نہیں ہوتی۔ یہاں سے ایک اور کہانی جنم لیتی ہے۔ اُس کے بیٹے سعید بن عاص کی صورت میں، نیکی کا نیا باب شروع ہو گیا۔ باپ دادا کفر کی حالت میں مر گئے، سعید یتیم ہو گیا۔ ہجرت کے سال ہی میں تو وہ پیدا ہوا تھا۔ کون تھا جو اس کو سچائی کا راستہ دکھاتا، کوئی بھی تو نہیں تھا جو اُسے باپ دادا کے کفر کی زد سے بچا کر اسلام کی طرف لاتا۔ یہ ممکن تھا کہ مشرک رشتے دار، اُس بچے کو باپ کی الم ناک موت کے جھوٹے سچے قصے سنا کر اُس کے اندر انتقام کی آگ بھڑکا دیتے، اُس کے لہو میں مسلمانوں سے نفرت کا زہر بھر دیتے، یہ کوئی بہت مشکل کام تھا بھی نہیں، اپنے باپ کے قاتلوں سے کوئی بھی ہمدردی نہیں رکھتا، اپنے رشتوں کے خون کو کون معاف کر سکتا ہے؟

سعید عمر کے اُس دور سے گزر رہا تھا جب قدم قدم پر باپ کی



شفقت اور محبت کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ باپ کو نہ پا کر اُس کے اندر احساس محرومی اُبھر سکتا تھا، جن لوگوں نے اس کے سر سے باپ کا سایہ چھین لیا، وہ اُن سے نفرت اور دشمنی بھی کر سکتا تھا۔ لیکن سعید میں ایسا کچھ بھی نہیں تھا۔ اُس کی روح کی گہرائیوں میں اسلام کی سچی روشنی اُتری ہوئی تھی۔ اُس کی نیک فطرت جان چکی تھی کہ سچ کیا ہے، جھوٹ کیا ہے۔ حق اور باطل کے راستے اُس پر واضح ہو چکے تھے۔ اس لیے سعید بن عاص رضی اللہ عنہ اُس راستے کی طرف دوڑے جو حق کا راستہ تھا، وہی راستہ جس پر چل کر مسلمان اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ گئے تھے۔

سعید رضی اللہ عنہ نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی قربت میں ہدایت کی روشنی پائی، علم سیکھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور شفقت سے سرشار ہوئے۔ اسی کے نتیجے میں اُن کے اندر اُس سوچ و فکر نے جنم لیا جس کا سامنا کر کے عمر رضی اللہ عنہ دنگ رہ



گئے تھے۔ وہ ایک دن سعید بن عاص رضی اللہ عنہ سے فرمانے لگے:

”سعید، میں نے تمہارے باپ کو قتل نہیں کیا، بلکہ میں نے تو اپنے ماموں عاص بن ہشام کو قتل کیا تھا اور مجھے ایک مشرک کے قتل پر معذرت کی ضرورت نہیں۔“

سعید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”اگر آپ میرے باپ کو قتل کرتے بھی تو کوئی بات نہیں تھی، وہ باطل پر اور آپ حق پر تھے۔“

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو اُن کی اس بات پر بڑا تعجب ہوا، فرمانے لگے:

”قریش دور اندیشی میں سب لوگوں سے افضل ہیں۔“

سعید بن عاص رضی اللہ عنہ کی بات حیرت انگیز تو تھی، لیکن یہ سب ایمان کا کمال تھا۔ جو ایک دفعہ سچے دل سے ایمان لے آتا ہے، مسلمان ہو جاتا ہے، پھر دین کے راستے میں جان، مال، نفس اور اولاد سب حقیر ہو کر رہ



دیکھ لیا تھا کہ اس بچے کو عظیم مرتبہ اور شان حاصل ہوگی۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، ان کے حوالے سے ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ایک دن ایک عورت رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی اور کہنے لگی: ”میں نے نیت کی ہے کہ یہ چادر عرب کے معزز آدمی کو دوں۔“

آپ ﷺ نے فرمایا: ”یہ اس بچے کو دے دو!“ اشارہ سعید بن عاص رضی اللہ عنہ کی طرف تھا جو قریب ہی کھڑے تھے۔ اسی لیے یہ کپڑے سعادت مندی والے کپڑوں کے نام سے مشہور ہوئے۔ اس وقت سعید رضی اللہ عنہ کی عمر بمشکل دس سال تھی۔ ان کا نبی ﷺ سے قرب یہ بھی ظاہر کرتا ہے کہ وہ ہر وقت اس کوشش میں رہتے تھے کہ محفل میں ہمیشہ رسول اللہ ﷺ کے قریب ہو کر بیٹھیں اور ہر وقت آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر رہیں۔ یہی وجہ تھی کہ اُس عورت کے آنے پر سعید دربار رسالت میں موجود تھے اور وہاں ہر وقت



موجود رہنا ان کی گھٹی میں شامل ہو چکا تھا۔ اسی قرب کی بنا پر آپ ﷺ سعید کی ایک ایک چیز، اُن کی ہر بات کو نظر میں رکھتے تھے۔ ان کی عادات اور ان کی حرکات و سکنات کے مشاہدہ ہی سے آپ ﷺ نے یہ فرمان ارشاد کیا: ”اس بچے کو عظیم شان نصیب ہوگی۔“

سعید بن عاص رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے بڑی جرأت اور دلیری عطا کی تھی۔ آپ کے اندر بصیرت بھی تھی اور قائدانہ صلاحیتیں بھی۔ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے۔ انھیں خلافت کی ابتدا ہی میں بے انتہا مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ بہت سے قبائل مرتد ہو گئے، یعنی اسلام سے پھر گئے اور انھوں نے اسلامی حکومت کے خلاف بغاوت کا اعلان کر دیا۔ ان میں سے کچھ تو وہ تھے جو یہ کہتے تھے کہ ہم اسلام کی سبھی باتوں کو مانیں گے لیکن زکوٰۃ نہیں دیں گے۔ کچھ وہ تھے جنہوں نے مسلمانوں کو کذاب کی



رفعه الله عنه

ابوبکر صدیق

جھوٹی نبوت کو تسلیم کر کے ایمان سے ہاتھ دھو لیے۔ مسیلمہ نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ میں بھی نبی ہوں۔ حالانکہ قرآن اور تعلیمات نبوی ﷺ سے یہ بات بڑی واضح تھی کہ آپ ﷺ آخری نبی ہیں۔ آپ کے بعد نبوت کا دروازہ بند ہو گیا، آپ ﷺ خاتم النبیین ہیں۔

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان سب قبائل سے جنگ کر کے انھیں دوبارہ اسلامی حکومت کا مطیع بنانے کا فیصلہ کیا۔ اس مقصد کے لیے گیارہ لشکر ترتیب دے کر ان کے گیارہ قائد مقرر کیے گئے۔ انھی میں سے ایک قائد سعید بن عاص رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ آپ کی کم عمری کے باوجود سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے تجربے سے بھانپ لیا تھا کہ ان میں ایک تجربہ کار قائد کی تمام خوبیاں پائی جاتی ہیں۔ سعید رضی اللہ عنہ کی ثابت قدمی، شجاعت اور معاملہ فہمی بھی آپ کی نظروں میں تھی۔ اس وقت لشکر میں ان سے زیادہ تجربہ کار اور عمر رسیدہ صحابہ



بھی موجود تھے، لیکن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اللہ کی دی ہوئی ذہانت سے ان کی صلاحیتوں کو پہچان لیا تھا۔ جس کی صلاحیتوں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعتماد فرماتے تھے، سعید رضی اللہ عنہ بھی اس پر فوراً اعتماد کر لیتے تھے۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انھیں ”حمقتان“ کی طرف پیش قدمی کا حکم دیا۔ یہ علاقہ شام کی طرف تھا۔

سعید رضی اللہ عنہ نے اپنے انتخاب کو درست ثابت کیا، انھوں نے بہترین طریقے سے لشکر کی قیادت کی اور دشمنوں کو عبرت ناک شکست سے دوچار کیا اور ان لوگوں کو اللہ کے دین کی طرف لوٹنے اور خلیفہ وقت کی اطاعت تسلیم کرنے پر آمادہ کیا۔ انھوں نے فتح مکمل کی، انھی دنوں معاویہ رضی اللہ عنہ شام کے گورنر مقرر ہوئے۔ سعید رضی اللہ عنہ نے بھی وہیں رہائش اختیار کر لی اور معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس ہی ٹھہر گئے۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اپنے دور حکومت میں، اُن لوگوں کے بارے میں



پوچھتے رہتے تھے، جنہیں رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں رہنے کا شرف حاصل ہوا تھا۔ قریشیوں کے بارے میں تو خاص طور پر جاننے کی آرزو رکھتے تھے۔ آپ کو سعید رضی اللہ عنہ کے بارے میں بتایا گیا کہ وہ آج کل شام میں معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس ٹھہرے ہوئے ہیں اور وہ ان کا بھرپور خیال رکھ رہے ہیں، ان کے ساتھ بہت حسن سلوک سے پیش آتے ہیں۔

سعید رضی اللہ عنہ کے مرتبہ و مقام سے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ، اچھی طرح آگاہ تھے۔ اُن کے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ ان جیسے عظیم صحابی کو ان کے پاس ہونا چاہیے۔ یہ سوچ کر انھوں نے معاویہ رضی اللہ عنہ کو پیغام بھیجا:

”سعید کو میرے پاس بھیج دو!“

معاویہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خواہش کے احترام میں سعید رضی اللہ عنہ کو بڑی عزت و احترام سے مدینہ بھیج دیا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کا



شایانِ شان استقبال کیا جس طرح ایک شہسوار، جنگ جو اور عظیم صحابی کا ہونا چاہیے تھا اور ان سے کہا:


”بھتیجے مجھے پتا چلا ہے کہ تم ایک آزمائش اور اصلاح ہو، اس میں اضافہ کرو، اللہ تمہیں خیر میں زیادہ کرے۔“ غالباً سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے اس جملے سے مراد یہ تھی کہ سعید رضی اللہ عنہ غلط راہ پر چلنے والوں اور بھٹکنے والوں کے خلاف سختی سے کام لیتے تھے۔ تنقید و اصلاح کا پہلو کبھی فراموش نہیں کرتے تھے۔

سعید بن عاص رضی اللہ عنہ جہاں اور خوبیوں میں یکتا تھے، وہاں ایک خوبی ایسی بھی تھی جو ان کی ذات کی پہچان کا ایک ذریعہ بن گئی، وہ خوبی ان کی شخصیت کا لازمی عنصر قرار پائی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بچپن ہی میں آپ کی اس خوبی کی بنا پر آپ کو مستقبل کا معزز آدمی قرار دیا تھا۔ یہ خوبی تھی، آپ کی سخاوت۔ اللہ کی راہ میں بے دریغ خرچ کرتے تھے۔ آپ کی سخاوت

فِي سَبِيلِ اللَّهِ

بطور ضرب المثل پیش کی جاتی تھی۔ دنیا داروں کا عام طور پر یہ طریقہ ہوتا ہے کہ جب کبھی وہ اللہ کی راہ میں کچھ خرچ کرنے پر آمادہ ہوتے ہیں تو اپنے مستقبل کے لیے بہت کچھ بچا کر رکھنے کے بعد بہت معمولی سی رقم خرچ کرتے ہیں۔ اس میں بھی انھیں سو طرح کے اندیشے ستاتے ہیں لیکن سعید رضی اللہ عنہ کو فقر و فاقہ کا کوئی ڈر نہیں ہوتا تھا۔ وہ جانتے تھے کہ جو اللہ انھیں آج رزق دے رہا ہے، وہی کل بھی دے گا۔

سخاوت کی خوبی انسان کی اچھی خوبیوں میں سے ایک ہے۔ سخی اللہ کا دوست ہے، لوگ اس سے محبت رکھتے ہیں۔ سخاوت انسان کو جنت کے قریب اور جہنم سے دور کرتی ہے۔ اور سخاوت صرف یہی نہیں ہوتی کہ اللہ کی راہ میں مال خرچ کر دیا۔ میدان جنگ میں اپنی جان کا نذرانہ پیش کرنا بھی سخاوت ہے۔ کسی دوسرے کے کام کے لیے وقت صرف کرنا بھی سخاوت ہے۔



سعید رضی اللہ عنہ سخاوت کی ان ساری خوبیوں سے مزین تھے۔ ایک دفعہ ایک بدوی مدینہ منورہ آیا۔ وہ نادار اور مفلوک الحال تھا، اس کے ذمہ بہت قرض تھا۔ اُسے قرض سے نجات کی کوئی صورت نظر نہ آئی تو مدینہ کا رخ کر لیا۔ اس کا ارادہ تھا کہ مدینہ کے چند مخیر اور سخی لوگوں سے مل کر اپنی مشکل کا حل نکالے۔ وہ لوگوں سے مدینہ کے سخی لوگوں کے بارے میں پوچھتا پھرا۔ لوگوں نے اُسے مشورہ دیا:

”تم حسن بن علی کے پاس جاؤ!“

”عبداللہ بن جعفر کے پاس جاؤ!“

”سعید بن عاص سے ملو!“

”اور عبداللہ بن عباس سے رابطہ کرو! رضی اللہ عنہم“

ان چار سخیوں کا نام معلوم ہونے کے بعد وہ بدوی ان کی تلاش میں



تھا۔ اس نے تلاش کے سلسلے میں ایک مسجد کا رخ کیا تو اسے مسجد سے ایک آدمی باہر نکلتا نظر آیا، اس کی شخصیت میں عجیب سا رعب تھا۔ وقار اور سنجیدگی اس کے انداز و اطوار سے ٹپکتی تھی۔ اس کے ہمراہ عقیدت مندوں کا ایک ہجوم بھی تھا۔ بدوی نے دل میں سوچا، ہونہ ہو یہ قریش کا کوئی بہت بڑا آدمی ہے۔ اس نے وہاں موجود لوگوں سے سوال کیا:

”یہ کون صاحب ہیں؟“

جس سے سوال کیا گیا تھا، اس نے رُک کر حیرت سے اس بدوی کو دیکھا ”تم انھیں نہیں جانتے؟ ضرور کہیں باہر سے آئے ہو؟“

بدوی نے تسلیم کیا کہ وہ واقعی باہر سے آیا ہے۔ تب وہ صاحب بولے:

”یہ صحابی رسول، سعید بن عاص رضی اللہ عنہ ہیں۔“

وہ بدوی ان کے مقام و مرتبہ اور عزت و احترام کو دیکھ کر بہت

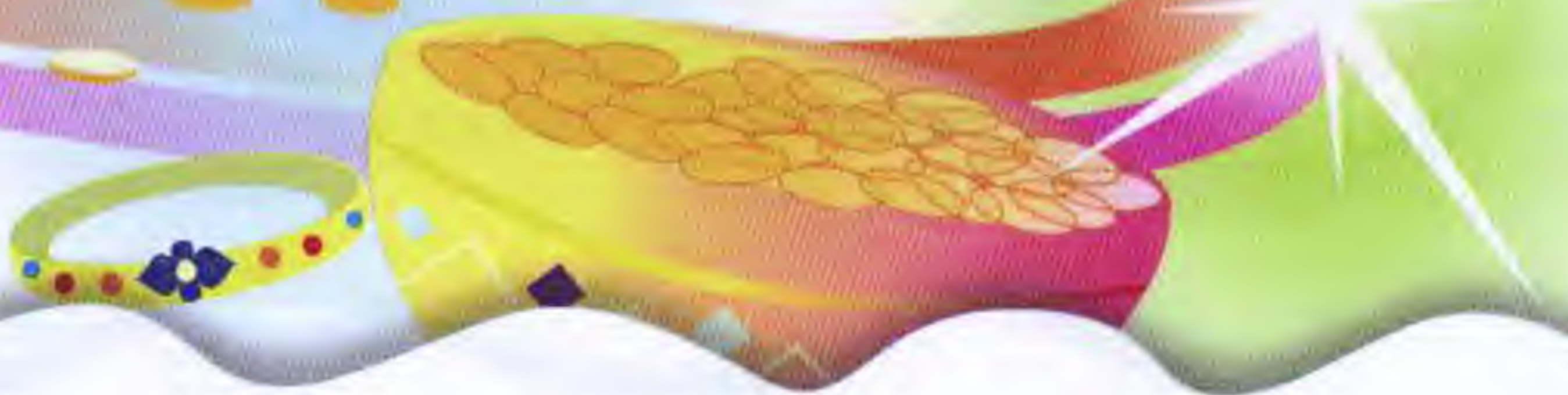


متاثر ہوا، بولا: ”یہی تو ہیں جن کے بارے میں لوگوں نے مجھے بتایا ہے، انھی سے ملنے کی خواہش لیے گھوم رہا تھا، قسمت انھیں سامنے لے آئی۔“

بدوی اتنا کہہ کر سعید رضی اللہ عنہ کے ساتھ ساتھ چلنے لگا اور ان سے اپنی آمد کا مقصد بیان کیا اور ساتھ ہی یہ بھی بتایا کہ مدینہ کے لوگوں نے جن سخی شخصیات کا تذکرہ کیا ہے، ان میں سے ایک آپ بھی ہیں، آپ میری ضرورت کو پورا کرنے کی قدرت رکھتے ہیں۔

سعید بن عاص رضی اللہ عنہ نے بدوی کی ساری باتیں سنیں لیکن ان باتوں کا کچھ جواب نہ دیا، بلکہ خاموشی سے چلتے رہے۔ بدوی ان کے رویے پر بہت حیران ہوا۔ مایوسی اس کے دل میں اترنے لگی۔ اس نے سوچا: شاید مدینہ کے لوگوں کے دل میں ان کے بارے میں کچھ غلط فہمی پیدا ہو گئی ہے، یہ تو سخی نہیں ہو سکتے۔ جس نے میری بات کا جواب تک نہیں دیا، وہ مجھے مال

وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ



کہاں سے دے گا، اُس نے مایوس ہو کر واپسی کا ارادہ کیا ہی تھا کہ سعید رضی اللہ عنہ کا گھر آ گیا۔ آپ نے بدوی کا ارادہ بھانپ کر اُسے رکنے کا اشارہ کیا۔ پھر اپنے خزانچی سے کہا:

”اس بدوی سے کہو کہ لاؤ، مال کس پر لا دکر لے جانا ہے۔“

خزانچی نے بدوی سے کہا: ”میاں، تم مال کس پر لے کر جاؤ گے؟“

بدوی اس بات پر حیران ہوا، چیس بجبیس ہو کر بولا: ”اللہ سعید کو

عافیت میں رکھے، میں نے سونا چاندی مانگا ہے، کھجوریں تو طلب نہیں کیں

جو لا دنے کے لیے کوئی جانور لے کر آؤں۔“

خزانچی نے کہا: ”افسوس ہے تمہاری سوچ پر! میاں تم لاؤ تو سہی۔

آخر اتنا بوجھ اٹھائے گا کون؟“

اتنا کہہ کر خزانچی نے چالیس ہزار دینار لا کر اُس کے حوالے کر



دیے۔ بدوی کی تو آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ اُس کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ سعید رضی اللہ عنہ اس کے حال پر اتنا زیادہ کرم کریں گے، اُسے اپنی سوچ اور فکر پر شدید ندامت ہوئی۔ اُس نے سعید رضی اللہ عنہ کے متعلق بدگمانی سے کام لیا تھا۔ اُس نے اس خطیر رقم کو سنبھالا اور سیدھا اپنے علاقے کی طرف چل دیا، اُس نے باقی تین مخیر حضرات سے ملنے کی بھی ضرورت نہیں سمجھی۔ کیونکہ اب اس کی ضرورت باقی نہیں رہی تھی۔ قرض ادا کر کے بھی اس کے پاس بہت رقم بچتی تھی۔

اسی طرح ایک اور بدوی سعید رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے سوال کیا۔ سعید رضی اللہ عنہ نے اپنے غلام سے کہا:

”اس کو پانچ سو دے دو!“

بدوی نے پوچھا: ”پانچ سو کیا؟“



سعید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”پانچ سودینار۔“

بدوی کو اپنی سماعت پر شک ہوا: ”پانچ سودینار، نہیں کچھ اور کہا ہوگا“ ابھی وہ اسی سوچ میں ڈوبا ہوا تھا کہ غلام نے پانچ سودیناروں کی تھیلی اُسے تھما دی۔ بدوی نے حیرت سے سعید رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھا۔ پھر دیناروں کو الٹ پلٹ کر رونے لگا۔

سعید رضی اللہ عنہ نے پوچھا: ”آپ کس وجہ سے رورہے ہیں؟“

بدوی اپنے آنسو پونچھتے ہوئے بولا: ”میں اس لیے رورہا ہوں کہ یہ زمین آپ جیسے عظیم المرتبت لوگوں کو بھی کھا جائے گی۔“

سعید رضی اللہ عنہ کی سخاوت کی ایسی بے شمار مثالیں تھیں۔ جب کوئی سائل سوال کرتا اور آپ کے پاس اس وقت کچھ نہ ہوتا، تو اس رقم کو اپنے ذمے قرض لکھ لیتے کہ جب ہوگی ادا کر دوں گا۔ ہفتہ میں ایک بار اپنے دوستوں



کو کھانے کی دعوت دیتے تھے، ان کو عمدہ لباس اور دیگر تحائف سے نوازتے۔ ان کے گھر والوں کا بھی آپ ہر طرح سے خیال رکھتے۔ آپ ہر جمعہ کی رات اپنے غلام کو دیناروں کی تھیلیاں دے کر کوفہ کی مسجد میں بھیجتے۔ غلام وہ تھیلیاں لے جا کر نمازیوں کے سامنے رکھ دیتا۔ ضرورت مند اس رقم سے اپنی ضرورت کی رقم لے لیتے۔ سعید رضی اللہ عنہ کی اس انوکھی سخاوت کی وجہ سے کوفہ کی مسجد شام کے وقت نمازیوں سے بھر جاتی تھی۔

ایک دفعہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا: ”سعید مجھے اپنے مال کے بارے میں بتاؤ، مجھے پتا چلا ہے کہ تم اسے بہت چاہتے ہو، اس کو حاصل کرنے کے لیے بہت جستجو کرتے ہو۔“

سعید رضی اللہ عنہ ان کی بات سن کر مسکرائے اور فرمانے لگے: ”امیر المومنین! بے شک ہمارے پاس بہت مال ہے، جس سے ہمیں نفع حاصل ہوتا

حَسْبِيَ اللَّهُ

ہے۔ جب ہمیں کم نفع حاصل ہوتا ہے تو ہم اپنے خرچ میں کمی کر دیتے ہیں۔ اگر منافع زیادہ ہو تو ہم خرچ بھی زیادہ کر دیتے ہیں۔ ہمارے پاس رقم ہو تو ہم اُسے ضرورت مند اور محتاج سے بچا کر نہیں رکھتے۔ ہم اپنے لیے گوشت یا چربی کا ٹکڑا تک بچا کر نہیں رکھتے۔“

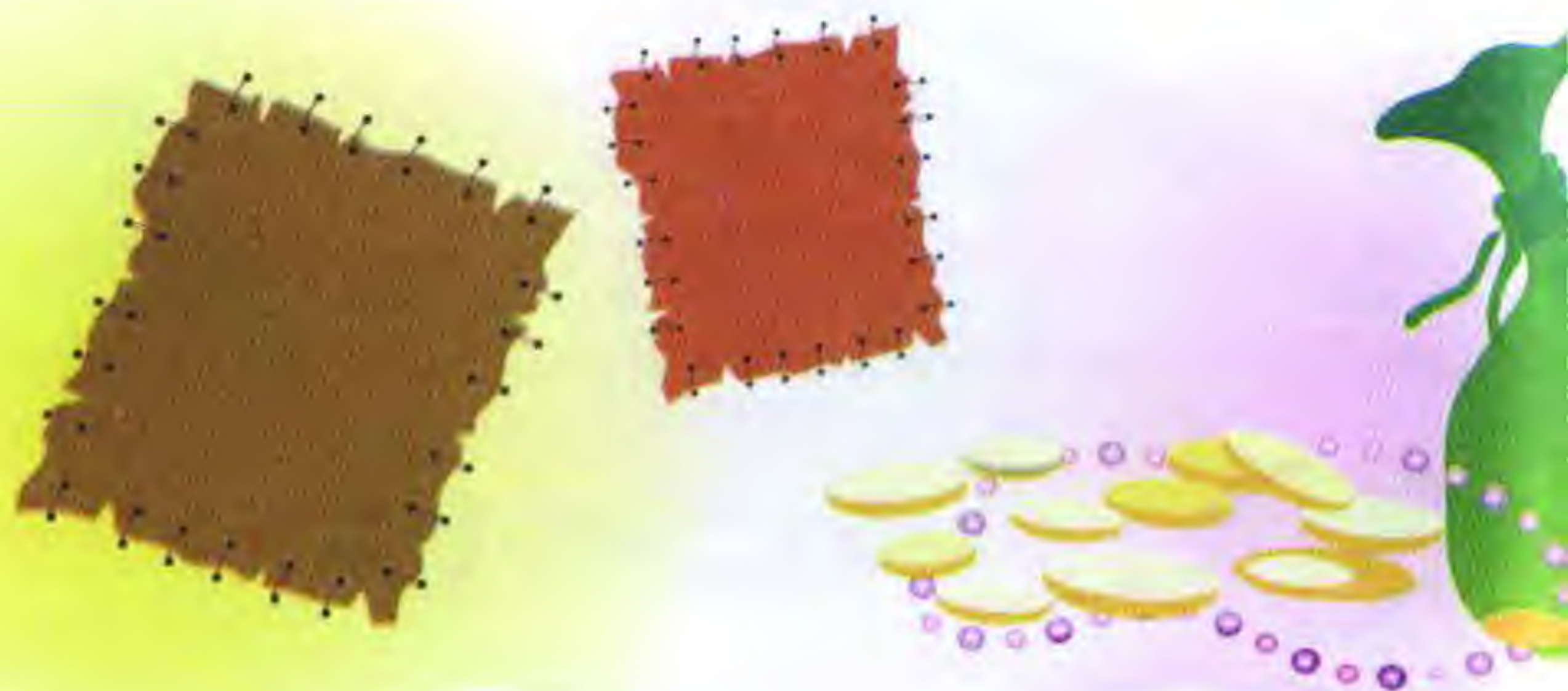
معاویہ رضی اللہ عنہ یہ سن کر بہت حیران ہوئے اور فرمایا: ”اس طرح معاملہ کب تک چلتا ہے؟“

سعید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”اس طرح معاملات چلاتے ہوئے نصف سال تو بیت ہی جاتا ہے۔“

”باقی نصف سال میں کیا کرتے ہو؟“ معاویہ رضی اللہ عنہ نے حیرت سے

سوال کیا۔

سعید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”بقیہ سال میں ہمیں وہ لوگ مل جاتے ہیں جو



ہم پر خرچ کریں، ہمارے معاملات کو اسی طرح ٹھیک کرنے کی کوشش کریں جس طرح ہم دوسروں کے لیے کرتے ہیں۔“

معاویہ رضی اللہ عنہ ان کی باتیں سن کر مطمئن ہو گئے، اور وہ ان کی سخاوت کے دل سے قائل ہو گئے۔ بھلا ایسا کون ہوگا جو اپنا سب کچھ اللہ کی راہ میں لٹا دے۔ اپنے پاس لٹانے کے لیے کچھ نہ ہو، تو اسے اپنے ذمہ قرض لکھ لے۔ ایک دفعہ آپ مسجد کی طرف تشریف لے جا رہے تھے کہ ایک آدمی آپ کے ساتھ ساتھ بڑے احترام سے چلنے لگا۔ سعید رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا:

”کیا تمہیں کوئی مشکل درپیش ہے، یا تمہاری کوئی حاجت ہے جس کے لیے تم میرے ساتھ چل رہے ہو۔“

اس آدمی نے جواب دیا: ”جی نہیں، میری کوئی حاجت نہیں، میں نے آپ کو اکیلے جاتے دیکھا تو آپ کے ساتھ ہو لیا۔“



آپ نے اُسے کہا: ”لکھنے کے لیے دوات اور چمڑا لاؤ اور میرے فلاں غلام کو بلا کر لاؤ۔“

وہ آدمی چمڑا اور دوات لے آیا اور ساتھ میں ان کے غلام کو بھی بلا لایا۔ آپ نے غلام کے سامنے اُسے اپنے اوپر بیس ہزار درہم قرض لکھ کر دے دیا اور اُسے کہا کہ جب ہمارا غلہ آئے گا تو ہم تمہیں ادا کر دیں گے۔ کچھ ہی عرصے کے بعد آپ کی وفات ہو گئی۔ وہ تحریر آپ کے بیٹے عمر بن سعید کے پاس لائی گئی تو اُس نے وہ بیس ہزار درہم ادا کر دیے۔

اسی طرح ایک بار معاویہ رضی اللہ عنہ نے آپ کو پچاس ہزار درہم دیے اور فرمایا: ”اس سے کوئی جاگیر خرید لیجیے گا۔“ سعید رضی اللہ عنہ بھلا ایسا کب کر سکتے تھے، فرمانے لگے: ”میں اس سے ایسی تعریف خریدنا چاہتا ہوں جس کی وجہ سے میرا نام ہمیشہ باقی رہے، میں بھوکوں کو کھانا کھلاؤں گا، بیواؤں کی



شادی کروں گا، غلام آزاد کروں گا، دوستوں کی دادرسی کروں گا، پڑوسیوں کے حال کی درستی کی کوشش کروں گا۔“

معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”اللہ پر ایمان کے بعد ذکر و شرف کے لیے سب سے بڑی چیز سخاوت ہے، اور سخاوت کو اللہ رب العزت نے ان (سعید رضی اللہ عنہ) کی صفت بنایا ہے۔“

سعید رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے فصاحت و بلاغت کی خوبی بھی عطا کی تھی۔ آپ جب گفتگو کرتے تو لوگ مسحور ہو جاتے، آپ کے دانش مندانہ اقوال آپ کی ذہانت اور بلند فکری کی عکاسی کرتے ہیں۔ خاص طور پر اپنے بیٹوں کو کی گئی وصیت اور نصیحتیں تربیت کا بہت عمدہ پہلو رکھتی ہیں۔ آئیے ان کی فکر کی روشنی سے اپنی زندگی کے اندھیروں کو دور کریں۔

اے بیٹے! شریف سے مذاق نہ کرنا وہ تمہارے خلاف عداوت رکھے گا



اور کمینے سے بھی مذاق نہ کرنا کیونکہ وہ تمہارے اوپر جرأت کرے گا۔
 اے بیٹے! میری بیٹیوں کی شادی ہم پلہ (مرتبے میں برابر) کے سوانہ
 کرنا اگرچہ جو کی روٹی کے ایک ٹکڑے کے بدلے میں کرنا پڑے۔
 اے بیٹے! میرا چہرہ میرے بھائیوں سے چھپ جائے لیکن میری
 نیکیاں اور بھلائیاں جو ان کے ساتھ ہیں، ختم نہیں ہونی چاہئیں۔
 اے بیٹے! میں تیری نگاہوں کو اس وقت سے سخاوت دکھا رہا ہوں
 جب کہ تو پنگھوڑے میں ہوتا تھا، اور آج تو اس مقام پر پہنچ گیا ہے۔
 اگر سخاوت کی خوبی آسان کام ہوتا تو گھٹیا اور کمینے لوگ اس کام میں تم
 سے سبقت لے جاتے، لیکن یہ خوبی کڑوی اور سخت ہے۔ یہ صفت
 صرف وہ حاصل کر سکتا ہے جسے اس کی فضیلت اور ثواب کا علم ہے۔

انوکھا سخی

لوگ اس دنیا میں آتے ہیں اور چلے جاتے ہیں
نہ اُن کے آنے کا کچھ پتا چلتا ہے اور نہ اُن کے جانے کا
اس کی وجہ غالباً یہی ہوتی ہے کہ اُن کی شخصیت
کچھ خاص خوبیوں سے محروم ہوتی ہے
وہ دنیا کے سمندر میں ایک بے یار و مددگار پتے کی
مانند بہتے بہتے نظروں سے اوجھل ہو جاتے ہیں
دنیا، مقام انہی کو دیتی ہے جو کچھ خاص خوبیاں رکھتے ہوں
وہ صاحب بھی ایسے ہی تھے، سخاوت ان کی ذات کی پہچان بنی
اُن کی سخاوت کے انداز بھی نرالے تھے
مانگنے پر تو سبھی دے دیتے ہیں
مزا تو تب ہے جب بن مانگے دیا جائے
اُن عظیم صحابی کا طرز عمل ایسا ہی تھا
بن مانگے لوگوں کو دینے والے..... ایک عظیم صحابی کی کہانی
بولتے لفظوں کی زبانی



دارالسلام
کتاب و سنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ
ریاض • جدہ • شارجہ • لاہور • کراچی
اسلام آباد • لندن • ہیوسٹن • نیو یارک